مذہب کیا ہے؟

سوامی وویکانندجی کے ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ

از

دھرم سروپ صاحب بی،اے (آنرز)

(۲)

یہی نجات اور آزادی کا واحد طریقہ ہے، اس طریقہ سے انسان کو اس آخری حقیقت کا شعور اور احساس ہوتا ہے جسے وحدت الوجود کہتے ہیں، جب ہم گناہ و ثواب دونوں کو خدا کے وجود میں شامل کرلیتے ہیں تو بھلے بُرے فرق نہیں رہتا چھوٹے بڑے کا امتیاز مٹ جاتا ہے۔ ہمارا دماغ ان تفرقات کی بندشوں سے آزاد ہونے لگتا ہے اور جُوں جُوں ہم مطلق آزادی کے نزدیک ہوتے چلے جاتے ہیں، ہماری مشکلات مٹتی جاتی ہیں، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم پر خدا کی خاص رحمت ہورہی ہے۔ ہم اس کے سایہ تلے چلے جارہے ہیں، ایسی حالت میں وہ ہمیں جہنم میں ڈال دے یا بہشت میں رکھ لے ہمارے لئے دونوں برابر ہیں، ہمیں دونوں میں وہی جلوہ گر نظر آتا ہے بلکہ جنت و دوزخ کا تصور ہی باقی نہیں رہتا، آدمی آدمی کا کوئی فرق نظر نہیں آتا، کوئی کیوں کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جہان بھر کے دوسرے آدمیوں سے بہتر ہوں؟ فرق و امتیاز تو بس اسی وقت تک قائم رہتا ہے جب تک ہماری نظر میں خدا کے علاوہ اور چیزوں کی الگ ہستی

ہستی موجود ہوتی ہے۔ جب نظر میں بس اُسی کا جلوہ ہو، جب ہر شے میں، ہر جگہ اور ہر وقت وہی نظر آئے تو فرق و امتیاز کی گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے، خدا کو پاکر ہی ہمیں وحدت کا احساس ہوتا ہے ورنہ تو کثرت ہی کا شعور رہتا ہے۔

مثال کے طور پر میں اُپنشدوں کی ایک کہانی پیش کرتا ہوں، دو خوبصورت پرند، ایک درخت پر رہتے تھے، یہ دونوں دوست ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوتے تھے، ایک درخت کی چوٹی پر رہتا تھا اور دوسرا نچلی شاخوں میں، آخر الذکر پرند درخت کے پھل کھاتا تھا، کبھی کڑوے اور کبھی میٹھے پھل اس کے مُنہ لگتے تھے، میٹھے پھل کھاکر خوش ہوتا اور کڑوے پھلوں سے اسے رنجش ہوتی اور اگر کبھی سخت کڑوا پھل کھاکر بیٹھتا تو دُکھی ہوکر چوٹی والے پرندے کی طرف دیکھنے لگتا جو میٹھے اور کڑوے پھلوں سے بے نیاز (اپنے آپ میں مست) بڑی شان سے چوٹی پر اطمینان کی تصویر بنا بیٹھا تھا، اُس کی شاہانہ عظمت کو دیکھ کر یہ پرندہ بھی پھُدک کر اوپر کی شاخوں کی طرف چلا جاتا لیکن جلد ہی پھل کھانے کے شوق سے مجبور ہوکر رُک جاتا۔ اور پھر کڑوے اور میٹھے پھل کھانے لگتا، ایسا کئی بار ہوا اور یہ پرندہ آہستہ آہستہ اوپر کو اُٹھتا گیا، آخرکار اس کے مُنہ ایک ایسا سخت کڑوا پھل لگا کہ اُس کا جی بھر گیا اور اوپر والے پرندے کی طرف بڑھنے لگا حتیٰ کہ وہ اس کے بہت نزدیک پہونچ گیا، یہاں پہنچتے ہی اُس نے دیکھا کہ جو نور اوپر والے پرندے سے برس رہا تھا اس کی شعاعوں نے اُسے کچھ اس طرح گھیر لیا کہ وہ خود اوپر والا پرندہ بن گیا۔ اس کو پورا اطمینانِ قلب حاصل ہوگیا، اُسے اپنی شان اور عظمت کا احساس ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ دراصل دو پرند کبھی تھے ہی نہیں، نچلی شاخوں میں تو چوٹی والے پرندے کا عکس رقص کر رہا تھا۔

یہی حال ہم سب کا ہے دراصل ہماری ہستی خدا کی ہستی سے جُدا نہیں ہستی تو ایک ہی ہے، اس کے عکس کی مختلف صورتوں سے کثرت کا دھوکا ہوتا ہے جیسے سورج ایک ہے لیکن شبنم کے لاکھوں قطروں میں اس کا عکس جدا جدا ہے اسی طرح حقیقت ایک ہے مگر اس کے جلوے بے شمار نظر آتے ہیں۔ شبنم کے قطرے بخارات بن جاتے ہیں تو چھوٹے چھوٹے لاکھوں سورج غائب ہوجاتے ہیں اور بس ایک ہی سورج رہ جاتا ہے، اسی طرح خدا کی واحد ہستی کے کروڑوں عکس جب سمٹ جاتے ہیں تو وہی ایک

حقیقت رہ جاتی ہے، ہمیں اپنی انفرادی شخصیت کو مٹا کر ہی خدا سے ایک ہونے کا احساس ہو سکتا ہے نظر عکس سے ہٹ کر ہی اصل کو دیکھ سکتی ہے، انسانی خودی کو مٹا کر ہی اپنی یزدانی خودی کا شعور مل سکتا ہے یہ تمام کائنات اپنی وسعتوں کے باوجود ہماری تسلی کیلئے کافی نہیں ہے ہم یہاں محدود و محبوس محسوس کرتے ہیں اور ہر وقت اپنی بندشوں سے آزاد ہونے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، اسی مقصد کی خاطر کنجوس زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کرنے میں لگا رہتا ہے، ڈاکو ڈاکہ ڈالتا ہے، گنہگار گناہ کرتا ہے اور یہ جو آپ یہاں آ کر مذہب اور فلسفہ کی بات سن رہے ہیں، اس کی محرک بھی وہی ایک ہی قوت ہے جسے آزادی کہتے ہیں، دنیا کے تمام کاروبار کا حاصل یہی ہے، اس کے علاوہ زندگی کا اور کوئی مقصد ہی نہیں، سمجھ بوجھ کر یا لاشعوری طور پر ہر شخص کمال حاصل کرنے میں کوشاں ہے، اور یہ یقینی امر ہے کہ ہر شخص اپنے کمال تک پہونچ کر رہے گا، جو شخص دکھ درد اور مصیبتوں کا بوجھ اٹھائے، جہنم کے رستے گناہ کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہا ہے، اسے کمال حاصل کرنے میں وقت ضرور لگے گا لیکن بالآخر وہ بھی اپنی منزل پر پہونچ جائے گا، ایسے شخص نے جو غلط راستہ اختیار کیا ہے ہم اسے عام طور پر اس راستے سے ہٹا نہیں سکتے

. . . .

. . . .

لیکن جب وقت کے ہاتھوں اس کو کچھ شدید چوٹیں لگیں گی تو اس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے اور وہ بھی اس سیدھے رستے پر آ جائے گا جو اسے خدا تک لے جائے گا، آخر کار نیکی، پاکیزگی، بے غرضی، خود سپردگی، اور روحانیت کا راستہ ہر شخص کے لئے کھل جاتا ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ جہاں عوام غیر شعوری طور پر اپنے کمال کی منزل کی طرف گامزن ہیں وہاں اہلِ بصیرت دیدہ و دانستہ اپنی ذات کے انکشاف کی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں، اسی خیال کو سینٹ پال[1] نے یوں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وہ خدا جس کی آپ سب لوگ انجانے میں پوجا کرتے ہیں میں اسی خدا کا آپ کے سامنے اعلان کرتا ہوں[2]"

۱۔ St. Paul.

۲۔ "The God that ye ignorantly worship. Him I declare unto you."

یہ ہے وہ عظیم الشان سبق جسے تمام دنیا کو سیکھنا چاہیئے، فطرت اور زندگی کے متعلق فلسفے اور منطق کے بے شمار نظریئے سب بے سود ہیں اگر ان سے ہمیں اپنی منزل مقصود تک جانے میں مدد نہیں ملتی۔ آؤ ہم مخلوقات کی ہر شے سے اپنی وابستگی کا احساس اور شعور پیدا کریں، آؤ ہم دیکھیں کہ ہم سب میں ایک ہی حقیقت جلوہ گر ہے اور وہ حقیقت، وہ وحدت خود ہماری ذات ہے، آؤ ہم دنیا کی ہر شے میں اپنی ذات کے جلوہ کو دیکھنے کی اہلیت پیدا کریں آؤ ہم خدا کے سب محدود تصورات کو ترک کر دیں اور قبائلی دیوتاؤں اور مختلف مذہبی فرقوں کے علیحدہ علیحدہ خداؤں کی پرستش اور عبادت کی حدود سے نکل جائیں، تاکہ ہمیں ہر طرف اور ہر جگہ خدا ہی خدا نظر آئے یہی سچی آگہی ہے، یہی علم معرفت ہے یہ وہ حالت ہے جب خارجی اور داخلی دنیا میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ ایک طرف دل کے مندر میں ہر وقت بھگوان کی پوجا ہوتی ہے، دوسری طرف عالم کائنات کی ہر شے سر بسجدہ نظر آتی ہے۔ خدا کی عبادت کے مختلف طریقوں کا فرق مٹ جاتا ہے۔ اور ہر شخص کا مخصوص طریقہ ہر لحاظ سے حق بجانب نظر آنے لگتا ہے۔

میں آپ کو یہ سچی آگہی حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہوں، اس کے لئے سب سے پہلے تو خدا کے متعلق سب محدود خیالات کو خیر باد کہنا ہوگا، ہر شخص میں اُسی کو دیکھنے کی کوشش کیجئے، وہی سب کے ہاتھ بن کر کام کر رہا ہے، وہی پاؤں بن کر چل رہا ہے، سب منہ اُسی کے ہیں، سب کھانا وہی کھا رہا ہے، اُسی کے دم سے زندگی ظہور پذیر ہے، ہر دماغ میں اُسی کی روشنی ہے، ہر خیال اُسی سے اُبھرتا ہے، وہ اپنا ثبوت آپ ہے وہ خود درخشاں ہے، اس کا وجود خود ہمارے جسمانی وجود سے بھی زیادہ قریب ہے، اس حقیقت کو جان لینے کا نام ہی مذہب اور ایمان ہے، اور میری تو بھگوان سے یہی پرارتھنا ہے کہ ہم سب کو گیان کی اس دولت، آگہی کی اس برکت سے مالا مال کر دے، جب ہمیں اس وحدت کا پورا احساس ہو جائے گا تو ہم امر ہو جائیں گے ہم سمجھ جائیں گے کہ لازوال عالم کائنات کا ایک جزو ہونے کی حیثیت سے ہم مادی طور پر بھی زندہ جاوید ہیں[لے]

یہی ہے زندگی دوام کا راز سربستہ، آؤ اعلان کر دو کہ میں کوئی محدود ہستی نہیں ہوں، میری ہستی کائناتی ہے گزرے زمانوں کی سب عظیم ہستیوں کی روحِ رواں میں ہی تھا، میں ہی بدھ کی روح تھا، عیسیٰ میں ہی تھا اور محمدؐ بھی میں ہی، جتنے رہنما اور معلم گزرے ہیں سب میں میرا ہی جلوہ تھا، ساتھ ہی دنیا کے تمام ڈاکو اور

لے ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔

لیڈروں کی ہستی میرے ہی دم سے تھی، میں نے ہی ڈاکے ڈالے، قتل کئے اور مجھے ہی سولی پر چڑھایا گیا۔ میں ہرگز محدود و محبوس نہیں ہوں؛ میری ہستی کائناتی ہے، تمام عالم ایک زندہ وحدت ہے اور میری ہی ذات ہے، وہ وحدت، میں زندۂ جاوید ہوں، میری نہ ابتدا ہے نہ انتہا، میں لازوال ہوں، لافانی ہوں، لاثانی ہوں۔

اٹھو میرے دوستو۔ اپنی حقیقت کو پہچانو، اپنی ذات کا انکشاف ہی اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ سب کائنات تمہاری ذات میں موجود ہے، تم سے جدا نہیں، میری نظر میں اپنی حقیقت کا اعلان ہی سچا جلم ہے، گھٹنے ٹیک کر، ماتھا رگڑنا اور اپنے آپ کو گناہگار کہنا سراسر جھوٹ ہے، انسانی ارتقاء کا بلند ترین مقام وہ ہے جہاں تفرقات کے پردے چاک ہو جاتے ہیں، انسانی مذہب کی بلند ترین تعلیم وہ ہے جو ہمیں کائناتی وحدت کا راز بتاتی ہے، یہ کہنا کہ میں فلاں ابنِ فلاں ہوں، اپنی ذات کو محدود کر دیتا ہے، یہ خیال حقیقت سے بہت دور ہے، اس خیال کو کلیتاً ترک کر دو، اپنی زندگی کو اس خیال سے تشکیل دو کہ میری ہستی کائناتی ہے اور ہمیشہ اس بلند مقام پر کھڑے ہو کر خدا کی بلند ترین ہستی کی عبادت کرو، زندگی کا اعلیٰ ترین مظہر تم خود ہو، اپنی ہستی کے دیپ جلا کر بھگوان کی پوجا کرو، خدا روحِ پاک ہے روح کا واسطہ روح سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی عبادت روح سے کرو[۲] صدقِ دل سے کرو، عبادت کے کم درجہ طریقوں سے انسان کے مادی خیالات کو روحانی سطح تک اٹھنے میں مدد ملتی ہے لیکن یہ طریقے

I am not this limit led being. I am the universal. ے

I am the life of all the sons of the past. I am the soul of Buddha, of Jesus, of Mohammad. I am the soul of all the teachers & I am all the robbers that robbed & the murderors that were hanged. I am the universal.

مقاماتِ راہ ہیں، بالآخر لامحدود کائناتی ہستی کی سچی عبادت روح کی وساطت سے ہی ہوتی ہے، دنیا میں ہر محدود چیز مادی ہے، فقط روح لامحدود ہے، خدا روح ہے۔ لامحدود ہے، انسان بھی دراصل روح ہے اور لامحدود ہے، لامحدود کی عبادت لامحدود ہی کر سکتا ہے، یعنی لامحدود کو لامحدود ہی سمجھ سکتا ہے اور پا سکتا ہے، آؤ ہم پوجا کے اس اعلیٰ معیار کو اپنائیں اور لامحدود ہو کر لامحدود کی پوجا کریں،

میں جانتا ہوں کہ ان خیالات کی عظمت کا تصور کرنا آسان نہیں، اُن کو سمجھنا اور اُن پر عمل کرنا تو اور بھی مشکل ہے بات یہ ہے کہ یہاں ذکر اس چیز کا ہے جو بیان سے باہر ہے، جو شعور کی گرفت میں نہیں آ سکتی، نظریہ بازی آسان ہے میں آپ کے سامنے خوب باتیں بنا رہا ہوں، فلسفہ بگھار رہا ہوں لیکن عین ممکن ہے کہ اسی گھڑی اگر کوئی چیز میری مرضی کے خلاف ہو جائے تو مجھے خود بخود فوراً غصہ آ جائے گا۔ میں اپنے اعلیٰ فلسفے کو بھول جاؤں گا، مجھے یہ یاد نہیں رہے گا کہ میری ہستی کائناتی ہے، میں جھٹ اپنے آپ کو اپنی انفرادی شخصیت پر محدود کر لوں گا اور میرا ردِعمل اس کے مطابق ہوگا، ایسی حالت میں میں اپنے آپ سے یہ کہنا بھول جاتا ہوں کہ "میں روح ہوں، اس معمولی سی رنجش سے میرا کیا بگڑتا ہے، میرا بگڑ ہی کیا سکتا ہے، میں تو روح ہوں" میں بھول جاتا ہوں کہ یہ سب تو میرا اپنا ہی رچایا ہوا کھیل ہے، میں خدا کو بھول جاتا ہوں، مجھے اپنی مطلق آزادی کا دھیان نہیں رہتا،

روحانی آزادی کا رستہ لمبا اور کٹھن ہے اس پر چلنا تلوار کی تیز دھار پر چلنے کے برابر ہے، مہاتماؤں نے اس راہ کی مشکلات کا بار بار ذکر کیا ہے۔ لیکن اِن مشکلات کو سر کرنا ہی ہوگا، اپنی کمزوریوں اور ناکامیوں سے ہار مت مانو، پاؤں کی اِن بیڑیوں کو کاٹ ڈالو، اپنشدوں نے ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے،

Sharp as the blade of a razor long & difficult & hard to cross is the way to freedom.

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا — کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا
شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں ہائل — کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا
مرا در منزلِ جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم — جرس فریادی دارد کہ بربندید محملہا

اُٹھو، جاگو اور بڑھتے چلو، رُکو مت، منزل سے اِدھر دم لینا حرام ہے"[۵۱]

تلوار کی دھار کی طرح تیز سہی لیکن ہم اس راہ پر ضرور چلیں گے، مشکل اور لمبا سہی لیکن ہم اس راستے کو ضرور سر کریں گے، آخر انسان کو دیوی اور دیوتاؤں دونوں کو سرنگوں کرنا ہے، دونوں کے مقام سے آگے گزرنا ہے، اگر آج ہمارے سر پر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں - اگر آج ہم رنج والم میں مبتلا ہیں تو اس کا الزام خود ہمارے ہی سر پر ہے، ہمیں اپنے دکھ درد کا علاج آپ کرنا ہے، مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں کون کہتا ہے کہ جدوجہد فضول ہے، کون کہتا ہے کہ زندگی زہر کا پیالہ ہے اور یہاں امرت کی تلاش بے سود ہے، امرت یقیناً ہے اور ہر شخص کو اسے پانا ہے، زندگی جاوید ہر شخص کا حق ہے، خود بھگوان کرشن نے کہا ہے" اِدھر اُدھر کی راہیں ترک کردو، فضول ہاتھ پاؤں نہ مارو، میری شرن میں آؤ میں تمہیں ستاروں کے اُس پار لے جاؤں گا، ڈر کی کوئی بات نہیں"[۵۲] یہ پیغام ہمیں دنیا کی سب مقدس کتابوں سے ملتا ہے۔[۵۳]

انجیلِ مقدس سے یہی آواز اس طرح آرہی ہے۔

"اے میرے مالک ہمیں طاقت دے کہ جیسے آسمانوں پر تیری رضا سب کو قبول ہے ویسے ہی زمین پر بھی تیری رضا ہمیں صدقِ دل سے قبول ہو" کیوں کہ تو ہی سردارِ عالم ہے، تمام عظمت اور شان تجھ ہی سے منسوب ہے"[۵۴]

سیدھی سی بات ہے لیکن اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ سخت مشکل ہے، کہنے کو تو میں جھٹ کہہ اٹھتا ہوں

Arise, Awake & stop till the goal is reached. ۵۱
Give up all these. ۵۲

Faiths & struggles. Do them take refuge in me. ۵۳
I will take thee to the other shore; be not afraid. - of.
Christs come into Me & ye that labour & are weary.
Thy will be done upon earth as it is in heaven for thine is the Kingdom & the power & the glory. ۵۴

کہ "میرے مالک میں اسی دم تیری شرن میں آرہا ہوں، مجھے اپنا پریم بخش دے، میں تیرے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بُرا بھلا جیسا بھی ہوں میں تیرے در پر پڑا ہوں، اگر میں نے کوئی بھلائی کی ہے اگر مجھ سے کوئی نیک کام ہو پایا ہے تو میں سب تیرے قدموں میں بھینٹ کرتا ہوں، میرے گناہ، میری برائیاں، اور میرا دُکھ درد تم سے پوشیدہ نہیں، میں اُنہیں بھی تیرے ہی آگے پیش کرتا ہوں، تو میرا سب کچھ لے لے اور میں جیسا بھی ہوں مجھے قبول کر، مجھے اپنا لے، میرے مالک میں تجھے کبھی نہیں بھولوں گا۔

اسی طرح میں یہ بھی کہتا ہوں کہ "خداوندا تیری رضا مجھے قبول ہے" لیکن ذرا سی بات میری مرضی کے خلاف ہو تو میں طیش میں آجاتا ہوں، مجھے آگ لگ جاتی ہے، مذہبی صداقتوں کا اعتراف کرنا آسان ہے، اُن پر عمل کرنا مشکل ہے اور عمل ہی تو مذہب کی جان ہے۔

سب مذہبوں کی منزلِ مقصود ایک ہی ہے، اگر کچھ فرق ہے تو مذہبی رہنماؤں کی زبان میں ہے۔ سب کا مقصد ہے انسان کی جھوٹی خودی کو مٹانا، تاکہ سچی خودی آشکار ہو جائے اور خدا کی رضا سچے معنوں میں قبول ہو، یہودیوں کی مقدس کتاب میں خدا یُوں اعلان کرتا ہے۔ "میں تمہارا واحد خدا اور مالک ہوں، میرے سامنے کسی دوسرے خدا کا نام نہ لو کیوں کہ میں کثرت کے خیال کو برداشت نہیں کرسکتا۔ یاد رکھو کہ اس لحاظ سے مجھے دوسرے دیوتاؤں سے سخت حسد ہے۔"[1]

مطلب یہ ہے کہ جہاں خدا کی ہستی کا سچا شعور اور احساس ہوتا ہے وہاں کسی اور چیز کا وجود ہو ہی نہیں سکتا، خدا ہے تو اور کچھ نہیں، آؤ ہم صدق دل سے یہ دعا کریں کہ "خداوندا میری کوئی ہستی نہیں بس تو ہی تو ہے" اور یہ کہہ کر خدا کے علاوہ سب چیزوں کے خیال کو کلیتاً اور عملاً ترک کردیں، اس کے بعد بس اُسی کا راج ہو، وہی ہر طرف اور ہر شے میں جلوہ گر نظر آئے ممکن ہے کہ ہماری پوری اور سچی کوشش کے باوجود ہمارے پاؤں لڑکھڑا جائیں اور ہمیں پھر یزدانی مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت محسوس ہو، مایوس ہونے اور گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں، کوئی بات نہیں اگر ہمیں سہارے کی ضرورت

[1] "I the Lord thy God am a jealous God. Thou shalt have no other Gods before me."

محسوس ہوتی ہے، ہمیں سہارا بھی مل جائے گا اور اگر ہمارا ارادہ مصمم اور مضبوط ہے تو ہمیں ضرور کامیابی حاصل ہوگی، زندگی لامحدود ہے، خدا کی رضا کو قبول کرنا اور اسے عملی جامہ پہنانا (اس کا ایک پہلو ہے) عارضی ناکامی اور مایوسی، اسی لامحدود زندگی کا ایک دوسرا پہلو ہے، اور جب تک آدمی زندگی کے ہر باب پر عبور حاصل نہیں کر لیتا زندگی کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتا، ہم صدق دل سے چاہتے بھی ہیں، اور کہتے بھی ہیں کہ خداوندا تیری رضا ہمیں قبول ہے لیکن ہر گھڑی ہمارا غدار من اس کے خلاف سخت بغاوت کرتا ہے اور اپنی منوانا چاہتا ہے، اس کا واحد علاج یہی ہے کہ ہم بار بار اس ارادے کو دہراتے ہیں کہ خدا کی مرضی ہماری مرضی ہے بس اس طریقے ہی سے ہم اپنے نفس پر فتح حاصل کر سکتے ہیں، یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ ہم باغی دماغ کی غلامی کر کے اس کا کہنا مان کر آزادی اور اختیار حاصل نہیں کر سکتے ہماری نجات اسی میں ہے کہ ہم اپنے نفس کے احکام بجا لانے سے انکار کرتے رہیں اور اپنے ضمیر کی آواز پر کان دیں، دنیا میں سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں لیکن غدار قوم فروش کو معاف نہیں کیا جا سکتا، ہمارا من خود ہمارا مخالف ہے، یہ ہماری ذات کے ساتھ غداری کرتا ہے، یہ ہمیں اپنی یزدانی عظمت کے خلاف بغاوت کرنے کے لئے اکساتا ہے۔

اگر ہم نفس کی باتوں میں آ کر اپنی حقیقی ذات کی آواز کو سننے سے انکار کرتے ہیں تو ہم اپنے ساتھ غداری کرتے ہیں، آؤ آج ہم قطعی یہ فیصلہ کر لیں کہ جو کچھ بھی ہو ہم اپنا تن من سب بھگوان کے ارپن کریں گے اپنا سب کچھ خدا کے سپرد کر دیں گے، اسی کی رضا پر قانع رہیں گے، اسی کی مرضی کو اپنی مرضی بنائیں گے کسی فلاسفر نے کیا خوب کہا ہے، اگر کوئی شخص یہ دو بار کہتا ہے کہ خداوند تیری رضا مجھے قبول ہے تو وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جب ایک بار کہہ دیا کہ "خداوند تیری رضا مجھے قبول ہے" تو اسے دوسری بار دہرانے کے معنی ہی کیا ہیں، جب اس کی رضا قبول کر لی تو باقی رہ ہی کیا گیا، دوبارہ کہنے کا تو مطلب یہ ہوا کہ ہمارا پہلا فیصلہ قطعی نہیں تھا، آؤ ہم ایک ہی بار بالکل قطعی فیصلہ کر لیں، اور ہمیشہ کے لئے اعلان کر دیں کہ

"اے خداوندا جیسے آسمانوں پر تیری رضا سب کو قبول ہے ویسے ہی ہم زمین پر تیری رضا قبول کرتے ہیں[1] تو ہی سرور دو عالم ہے، تمام عظمت اور شان تیری ہے اور تیری رہے گی"

[1] بہ درد و صاف ترا کار نیست خوش درکش — کہ ہرچہ ساقیِ ما ریخت عین الطاف است
اگر بہ لطف بخوانی مزید الطاف است — دگر بہ قہر برانی درون ما صاف است
من و مقام رضا بعد ازین و شکر رقیب — کہ دل بہ درد تو خو کرد و ترک درمان گفت
در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست — در صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست